خاندانِ شاہ ولی اللہ کی قرآنی خدمات

Contributions of Shah Waliullah's Familyin *Qur'ānic* Studies

*محمد عرفان

**عبدالرحمن

*حافظ محمد عرفان

Abstract

This article presents the services of Shah Waliullah's Family in *Qur'ānic* studies. It explains that Shah Waliullah started the work of understanding the Quran in a systematic manner in the subcontinent. Shah Waliullah was the first to translate the Qur'an. At a time when Muslims were declining in the subcontinent, Shah Waliullah started a movement to return to the Quran. He was the first to translate the Quran into Persian, because Persian was the most popular language at that time. The reason for choosing the title of Quranic services from the services of Shah Sahib is that if the work of renewing religion and reforming the Ummah is started in any age and in any country then the Quran will be given priority, without it the dream of revival of religion and nation cannot be fulfilled.

Key words: Quran, Understanding, Contributions, Shah Waliullah's Family

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے برصغیر میں باقاعدہ ایک منظم انداز میں فہم قرآن کا کام شروع کیا۔ شاہ ولی اللہ نے سب سے پہلے ترجمہ قرآن کیا۔ برصغیر میں جب مسلمان زوال کا شکار ہو رہے تھے اس وقت شاہ ولی اللہ نے تحریک رجوع الی القرآن شروع کیا۔ مسلمانوں کو قرآن کے قریب اور قرآن کے فہم کے لئے سب سے پہلے قرآن کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا کیونکہ اس وقت فارسی زبان زیادہ رائج تھی۔ فتح الرحمان بترجمہ القرآن کے نام سے ترجمہ کیا درس قرآن کا آغاز کیا جو آج تک جاری ہے قرآن فہمی کی مناسبت سے اصول تفسیر پر اپنی معرکہ الاراء کتاب الفوز الکبیر لکھی۔ ویسے تو یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل مختصر کتاب

---

*پی ایچ ڈی سکالر اسلامیات، یونی ورسٹی آف گجرات، گجرات

**پی ایچ ڈی سکالر اسلامیات، یونی ورسٹی آف گجرات، گجرات

***پی ایچ ڈی سکالر اسلامیات، یونی ورسٹی آف گجرات، گجرات

ہے مگر اس کتاب میں اسلاف کے تمام علوم القرآن کو جمع کیا گیا ہے۔ آج بھی جامعات اور مدارس کے نصاب میں یہ کتاب شامل ہے۔[1] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی فہم قرآن کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے اور دنیا کو روشناس کروانے کے لئے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کیا خدمات ہیں فہم قرآن میں عالم اسلام کے مشہور سکالر ڈاکٹر پروفیسر محمد یاسین مظہر صدیقی نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ادارہ علوم اسلامیہ میں ہونے والے سیمینارز اور کانفرنسز میں پڑھے جانے والے شاہ ولی اللہ کی قرآنی خدمات پر دس سال میں مقالات کا مجموعہ کو مرتب کیا ہے اور 2013ء میں شاہ ولی اللہ دہلوی کی قرآنی خدمات کے نام سے شائع کیا ہے۔ چنانچہ اس کتاب میں پروفیسر یاسین مظہر صاحب فرماتے ہیں، شاہ ولی اللہ کے خلوص، مطالعہ، تجربہ اور خالص عملی اقدامات نے ایک قرآنی تحریک پیدا کر دی اور ان کے فرزندوں نے اردو میں قرآن مجید کے ترجمے کیے اور حواشی لکھے یہ دراصل شاہ صاحب کی کے قرآن تحریک کے مفید ثمرات ہیں کہ قرآن مجید کا فہم برصغیر میں عام ہوا اور آج بھی فہم قرآن پر کام ہو رہا ہے[2] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی قرآنی خدمات کا سلسلہ بہت وسیع ہے ان کے متعدد کارناموں میں ان کا ایک اہم کارنامہ قرآن فہمی کا دروازہ کھولنا ہے، قرآنی علوم پر شاہ صاحب نے بہت زیادہ خدمات سرانجام دی انہوں نے قرآن مجید کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ علوم قرآن پر بھی خوب کام کیا۔[3]

شاہ ولی اللہؒ کی خدماتِ قرآنی کی اہمیت

شاہ صاحبؒ کی خدمات میں سے خدماتِ قرآنی کے عنوان کے انتخاب کا سبب یہ بنا کہ تجدید دین و اصلاح امت کا کام کسی دور اور کسی ملک میں بھی شروع کیا جائے تو قرآن ہی کو اولیت حاصل ہو گی اور اس کے بغیر احیائے دین و ملت کی جو کوشش بھی کی جائے گی اس میں شاہ صاحب کاوش کا ذکر کیا جاے گا۔ قرآن نے انبیاء علیہم السلام کے واقعات و مکالمات سے اور مستند تاریخ نے نائبین انبیاء اور علماء ربانیین کے طرز عمل اور ترتیب کار سے اسی حقیقت کو ثابت کیا ہے اور قیامت تک یہ ہر اس اصلاح و تجدید کا دستور العمل رہے گا، جس کا مزاج نبوی ﷺ اور جس کا نظام قرآنی ہو گا۔

بارھویں صدی ہجری میں ہندوستان کی مذہبی حالت

بارھویں صدی ہجری کے ہندوستان کی مذہبی حالت کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں ہے، جہاں اسلام ترکستان، ایران اور افغانستان کا چکر کاٹ کر اور اپنی بہت کچھ تازگی و توانائی کھو کر ان لوگوں کے ذریعے پہنچا جو براہ راست فیضان نبوت سے مستفیض نہیں ہوئے تھے اور جن میں سے بہت سے اپنے نسلی اور قومی اثرات سے بالکلیہ آزاد نہیں ہو سکے تھے۔ پھر ہندوستان میں ہزاروں برس سے ایک ایسا مذہب، فلسفہ اور تہذیب حکمرانی کر رہے تھے جن کے رگ و پے میں وثنیت اور شرک جاری و ساری تھا اور جو ان آخری صدیوں میں وثنیت کا سب سے بڑا نمائندہ اور جاہلیت قدیم کا امین و محافظ رہ گیا تھا، یہاں برہمنیت اور دوسرے مشرکانہ ماحول سے منتقل ہو کر ہندوستان کی مسلمان آبادی کا ایک بڑا حصہ آغوش اسلام میں آیا تھا۔ پھر یہ بھی ذہن میں تازہ رہے کہ اس ملک کا (طویل تر مدت میں) قرآن و حدیث سے براہ راست وہ رابطہ نہیں رہا تھا۔ جو ایران کے اثر سے علوم حکمت اور فلسفہ یونان سے رہا۔ علوم دینیہ میں اگر اس کا علمی و درسی طور پر رابطہ رہا تو فقہ، اصول فقہ و علم کلام سے جن کا موضوع اور میدان بحث، مسائل و جزئیات اور اصول استنباط مسائل اور عقائد پر فلسفیانہ بحث سے ہے، عقائد کی اصلاح اور توحید کی ابتدائی

---

[1] اختر، ڈاکٹر محمود، اردو تفسیری ادب کا تجزیاتی مطالعہ (لاہور: بیت الحکمت، 2019ء)، ص: 1

[2] صدیقی، یاسین مظہر، شاہ ولی اللہ دہلوی کی قرآنی خدمات (علی گڑھ: ادارہ علوم اسلامیہ مسلم یونورسٹی، 2013ء)، ص: 10

[3] برصغیر مین قران فہمی اور تفسیری خدمات کا تنقیدی اور علمی جائزہ، ص: 139

دعوت نہیں۔ ہندوستان کے مذاہب، فلسفوں اور یہاں کے رسوم وعادات کا دسویں صدی ہی میں مسلم معاشرے پر جو اثر پڑ چکا تھا، اس کا اندازہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات سے لگایا جا سکتا ہے۔ جس سے آثار مشرک کی تعظیم، غیر اللہ سے استمداد اور طلب حوائج کے مشرکانہ عقیدے اہل کفر کے تہواروں کی تعظیم اور ان کے رسوم وعادات کی تقلید، بزرگوں کے لیے حیوانات کو نذر وذبح کرنے، پیروں اور بیبیوں کی نیت سے روزے رکھنے اور سیتلا سے خوف اور اس کی تعظیم (جس کو چیچک کی بیماری کی ذمہ دار دیبی سمجھا جاتا ہے) تک کی ہندوانہ ذہنیت اور توہم پرستی کا اندازہ ہوتا ہے، جو مسلمانوں کے گھروں میں داخل ہو چکی تھی۔ اس عہد پر اور سو (۱۰۰) برس گزر جانے کے بعد اور قرآن وحدیث سے براہ راست قوی اور عام رابطہ نہ پیدا ہونے کی وجہ سے عقائد میں جو خلل غیر اسلامی بلکہ منافیٔ اسلام عقائد واعمال کا جو اثر اچھے اچھے گھرانوں پر پڑا ہو، اس کا اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے زمانے میں غیر مسلموں کے اثرات، قرآن وحدیث سے ناواقفیت اور دوری نے ہندوستان میں جو صورت حال پیدا کر دی تھی اور دین حنفی کے (جس میں شرک کی کسی پرچھائیں کی گنجائش نہ تھی) متوازی جو نظام عقائد اور مسلم معاشرے میں جاہلیت کا جو سبزہ خودرو پیدا ہو گیا تھا، اس کا کچھ اندازہ خود شاہ صاحبؒ کی کتابوں کے بعض اقتباسات سے ہو سکتا ہے۔ ''سچ فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے، ہم نے اپنی آنکھوں سے وہ ضعیف الایمان مسلمان دیکھے ہیں، جنھوں نے صلحاء کو ارباب من دون اللہ بنا لیا ہے۔ ہم نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں، جو کلام شارع میں تحریف کرتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی طرف یہ قول منسوب کرتے ہیں کہ نیک لوگ اللہ کے لیے اور گنہگار میرے لیے، یہ اسی قسم کی بات ہے جیسے یہودی کہتے تھے کہ: لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۭ (البقرة۸۰) ہم دوزخ میں نہ جائیں گے اور گئے بھی تو بس چند روز کے لیے) سچ پوچھو تو آج ہر گروہ میں دین کی تحریف پھیلی ہوئی ہے۔ صوفیہ کو دیکھو تو ان میں ایسے اقوال زبان زد ہیں، جو کتاب وسنت سے مطابقت نہیں رکھتے، خصوصاً مسئلہ توحید میں اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ شرع کی انھیں بالکل پروا نہیں ہے''۔[4] اپنے شہرہ آفاق رسالہ الفوز الکبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''اگر تم کو (عہد جاہلیت کے) مشرکین کے عقائد واعمال کے اس بیان کے صحیح تسلیم کرنے میں کچھ توقف ہو، تو چاہیے کہ اس زمانے کے تحریف کرنے والوں کو علی الخصوص جو دارالاسلام کے نواح میں رہتے ہیں، دیکھو کہ انھوں نے ولایت کی نسبت کیا خیال باندھ رکھا ہے، وہ لوگ باوجودیکہ اولیائے متقدمین کی ولایت کے معترف ہیں، مگر اس زمانے میں اولیاء کے وجود کو قطعاً محال شمار کرتے ہیں اور قبروں اور آستانوں پر پھرتے ہیں اور طرح طرح کے شرک میں مبتلا ہیں اور تحریف وتشبیہ نے ان کے اندر کس قدر رواج پکڑا ہے، موافق حدیث (تم اپنے پیشرو لوگوں کے نقش قدم پر چلو گے) ان آفات میں سے کوئی آفت بھی نہیں رہی، جس پر آج مسلمانوں کی کوئی نہ کوئی جماعت کاربند اور اس کے مانند دیگر امور کی معتقد نہ ہو۔[5]

مرض کا علاج اور اصلاح حال کا موثر طریقہ اشاعت قرآن

شاہ صاحبؒ نے اس مرض بلکہ وبائے عام کے علاج کے لیے قرآن مجید کے مطالعہ وتدبر اور اس کے فہم کو سب سے موثر علاج سمجھا اور یہ بات محض ذہانت، قوت مطالعہ اور قیاس پر مبنی نہیں تھی بلکہ ایک ایسی بدیہی حقیقت تھی جس پر قرآن مجید خود شاہد اور نہ صرف عہد بعثت کی تاریخ بلکہ اسلام کی پوری تاریخ دعوت اور سرگزشت اصلاح وتجدید گواہ ہے۔ خاص طور پر حقیقت توحید اور حقیقت شرک کو ظاہر کرنے کے لیے اس سے زیادہ واضح، اس سے زیادہ طاقتور اور دل نشین ذریعے کا تصور نہیں

---

[4] ولی اللہ، شاہ، التفہیمات الالٰہیہ (ڈابھیل: المجلس العلمی، 1355ھ)، ج:2، ص:135

[5] شاہ، ولی اللہ، الفوز الکبیر (اردو) مترجم: انصاری، رشید احمد (دہلی: مکتبہ برہان، 1955ء)، ص:10

ہو سکتا، ترجمان قرآن شاہ عبد القادر صاحبؒ نے اپنے مقدمے موضح القرآن میں جتنے سادہ اور دل نشین انداز میں اس حقیقت کا اظہار کیا ہے، اس سے زیادہ مشکل ہے، فرماتے ہیں: "بتانے والے بہیترا بتائیں جیسا خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں آپ بتایا ہے، ویسا کوئی نہیں بتا سکتا اور جیسا اثر اور راہ پانا خدا کے کلام میں ہے، کسی کے کلام میں نہیں"۔[6] حجاز مقدس کے قیام میں شاہ صاحبؒ کو ہندوستان کی اس دینی صورت حال اور اس کے تعلیمات قرآن اور تعلیمات اسلام سے بُعد اور منافات کا احساس اور شدت سے پیدا ہو گا اور وہاں نورانی، روحانی اور قرآنی فضاجہاں سے توحید کا زمزمہ سب سے پہلے بلند ہوا، شاہ صاحبؒ کے قلب بیدار میں اس کا داعیہ کہ وہ ہندوستان میں قرآن مجید کی دولت کو عام کریں، ایسی وضاحت اور شدت سے پیدا ہوا ہو گا جس کو اس الہام اور اشارۂ غیبی سے تعبیر کرسکتے ہیں جو نفوس زکیہ پر ہر عہد میں کسی ضروری دینی کام کی تکمیل کے لیے وارد ہوا کرتا ہے اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ شاہ صاحبؒ نے قرآن مجید کے فارسی ترجمے کا کام جس نے فتح الرحمٰن کے نام سے تکمیل پائی، حجاز سے واپسی پر شروع فرمایا۔ حج سے واپس آنے کے پانچ سال بعد ۱۷۳۸ء میں آپ نے فارسی زبان میں کلامِ مجید کا ترجمہ کیا۔ جب علماء کو اس کا پتا چلا تو تلواریں کھینچ کر آگئے کہ یہ کلام مجید کی انتہائی بے ادبی ہے۔ بعض سوانح نگار لکھتے ہیں کہ اس کی وجہ سے شاہ صاحب کی جان خطرے میں پڑ گئی کہ انھیں کچھ عرصے کے لیے دہلی سے چلے جانا پڑا۔ لیکن بالآخر شاہ صاحب کی جرأت اور فرض شناسی کامیاب ہوئی انھوں نے لوگوں کو سمجھایا کہ کلام اللہ اس لیے نہیں آیا کہ اسے ریشمی جزدانوں لپیٹ کر طاق پر تبرکاً رکھا جائے یا جس طرح دوسری قومیں منتر پڑھا کرتی ہیں، ہم اسے طوطے کی طرح بغیر سمجھے پڑھ دیں۔ یہ کتاب انسانی زندگی کے متعلق اہم ترین حقائق کو بے نقاب کرتی ہے۔ اس کے نازل ہونے کا مقصد یہ تھا کہ اسے لوگ پڑھیں اور ان حقائق کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنائیں اور اس وقت رائج الوقت زبانوں میں اس کا ترجمہ ضروری ہے۔ چنانچہ آہستہ آہستہ معترضین کی مخالفت کم ہوئی اور نہ صرف شاہ صاحبؒ کے ترجمے نے رواج پایا بلکہ اردو اور دوسری زبانوں کے ترجموں کی راہ پیدا ہو گئی"۔[7]

یہ حقیقت ہے کہ اس وقت ہندوستان کیا تقریباً تمام عجمی ممالک جن میں ترکستان، ایران اور افغانستان ہندوستان کے قریبی ہمسائے تھے۔ اور انھی کے رجحانات، مشاغل، ذوق و تسلیم شدہ حقائق کا سایہ ہندوستان کے علمی و دینی حلقوں پر پڑتا تھا، یہ تسلیم کر لیا گیا تھا کہ قرآن مجید اخص الخواص طبقے کے مطالعے، غور و فکر اور فہم و تفہیم کی کتاب ہے، جس کا سمجھنا ایک درجن سے زیادہ علوم پر موقوف ہے، اس کو عوام میں لانا، عوام کو براہِ راست اس کے مطالب سے واقفیت پیدا کرنے اور اس سے ہدایت اور روشنی حاصل کرنے کی دعوت دینا سخت خطرناک، ایک بڑی گمراہی اور فتنے کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے اور عوام میں ذہنی انتشار، خود رائی اور علماء سے بے نیازی بلکہ بغاوت اور سرکشی کی دعوت دینا ہے۔ بعض لوگ کہہ بیٹھتے ہیں کہ قرآن مجید اور حدیث کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے، جو کہ بہت سے علم اور بے شمار کتابیں پڑھا ہوا ہو اور اپنے زمانے کا علامہ ہو، ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ.[8] خدا تعالیٰ وہ ہے جس نے ان پڑھوں میں پیغمبر بھیجا، انھیں ان پڑھوں میں سے پڑھتا ہے وہ پیغمبر ان ان پڑھوں پر خدا کی آیتیں اور ان کو گناہ کے میل سے پاک کرتا اور کتاب اور اس کی تدبیر سکھاتا ہے۔ یعنی رسول خدا ﷺ بھی ان پڑھ آپ ﷺ کے اصحاب بزرگوار بھی ان پڑھ تھے مگر جب رسولِ خدا ﷺ نے اپنے اصحاب کے سامنے قرآن کی آیتیں

[6] عبد القادر، شاہ، مقدمہ موضح القرآن، بحوالہ: گیلانی، مناظر احسن، تذکرہ شاہ ولی اللہ (لاہور: نوید پبلشر، 2003ء)، ص: 176

[7] محمد اکرام، رود کوثر، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 2005ء)، ص: 553

[8] الجمعہ، 62:2

پڑھیں تو وہ ان کو سن کر ہر قسم کی برائی اور بگاڑ سے پاک صاف ہو گئے، پس اگر ناخواندہ آدمی قرآن و حدیث نہیں سمجھ سکتا اور اس کی سمجھ کی استعداد نہیں رکھتا تو صحابہؓ برائی اور عیبوں سے کیونکر پاک صاف ہو گئے؟ اس قوم پر سخت افسوس ہے، جو صدرہ سمجھنے اور قاموس جاننے کا تو دعویٰ کرتے ہیں مگر قرآن و حدیث کو سمجھنے میں اپنے آپ کو محض نادان ظاہر کرتے ہیں اور بعضے یوں کہتے ہیں کہ ہم پچھلے لوگ ہیں، رسول اللہ ﷺ کے زمانے کی برکت اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسی صلاحیت سلامت کہاں سے لائیں جو قرآن و حدیث کے معنی بخوبی سمجھ سکیں۔ ان کے جواب میں حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَّ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ.[9] یعنی پچھلے لوگ خواہ پڑھے لکھے ہوں یا ان پڑھ ہوں اور اصحاب کے طریقہ کی پیروی کا ارادہ کریں اور قرآن و حدیث کو سنیں تو انھیں بھی پاک کرنے کے لیے یہی قرآن و حدیث کافی ہو سکتے ہیں۔ اور فرماتا ہے: وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ.[10] اور البتہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے واسطے آسان کر دیا، پس کوئی نصیحت لینے والا ہے؟ یہ کیونکر آسانی ہو سکتی ہے کہ کافیہ پڑھنے والے اور شافیہ جاننے والے تو اس کے معنی سمجھنے سے عجز ظاہر کرتے اور عرب کے جنگلی لوگ اس کی حقیقت سے بہرہ ور ہوتے ہیں، اس کے علاوہ ایک جگہ یوں فرمایا ہے: اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ.[11] کہ قرآن میں کیوں نہیں فکر کرتے۔ پس اگر قرآن مجید آسان نہ ہو تو اس میں فکر کیونکر کیا جائے۔ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا.[12] یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں) یعنی باوجود یکہ دلوں پر قفل نہیں لگے ہوئے ہیں پھر بھی یہ کیسی گمراہی ہے، کہ قرآن کے فکر میں زور نہیں لگاتے۔

فارسی زبان میں ترجمہ قرآن کی ضرورت

شاہ صاحبؒ نے فیصلہ کیا کہ قرآن مجید کا سلیس فارسی زبان میں ضرور ترجمہ کرنا چاہیے جو ہندوستان میں قیام حکومت اسلامیہ کے بعد سے ملک کی دفتری، علمی، تصنیفی اور خط کتابت کی زبان تھی اور تقریباً ہر پڑھا لکھا مسلمان اگر اس میں بول لکھ نہیں سکتا تھا تو اس کو بہتر سمجھتا ضرور تھا۔ ہندوستان میں فارسی زبان کی اس طویل عملداری میں جس کی مدت سات صدیوں سے کم نہ تھی، قرآن مجید کے فارسی میں ایک درجن بھی ترجمے ہوتے تو تعجب کی بات نہ تھی، لیکن حسن بن محمد علقمی المعروف بہ نظام نیشا پوری ثم دولت آبادی کے ترجمے سے پہلے جو آٹھویں صدی ہجری کے علماء میں سے تھے، کسی فارسی ترجمے کا سراغ نہیں لگتا نیشاپوری کا یہ فارسی ترجمہ ان کی عربی تفسیر غرائب القرآن میں شامل ہے۔[13]

تفسیر و ترجمہ فتح الرحمٰن

شاہ صاحبؒ نے سفر حجاز سے واپسی کے پانچ سال بعد اصلاح عقائد کی ان کوششوں کا نتیجہ دیکھنے کے بعد جو خصوصی درس و تدریس اور وعظ و ارشاد کے ذریعے ہو رہی تھی یہ فیصلہ کیا کہ ہدایت عام، اصلاح عقائد اور اللہ تعالیٰ سے طاقتور رابطہ پیدا کرنے کا کوئی ذریعہ قرآن مجید کی ہدایت و تعلیمات کی براہ راست اشاعت و تبلیغ سے زیادہ موثر نہیں ہو سکتا اور اس کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ قرآن مجید کا فارسی ترجمہ اور اس کی اشاعت، خود شاہ صاحبؒ کی زبان سے اس کے محرکات و اسباب اور اس اقدام کی

---

[9] الجمعہ، 62:3

[10] القمر، 54:22

[11] محمد، 47:82

[12] محمد، 47:24

[13] جائزہ تراجم قرآنی، شائع کردہ مجلس معارف القرآن، دار العلوم دیوبند، ص ۱۳۔۱۴

تعریف سنیے، تفسیر فتح الرحمان کے مقدمے میں فرماتے ہیں: "یہ زمانہ جس میں کہ ہم موجود ہیں اور یہ ملک جس کے ہم باشندے ہیں، اس میں مسلمانوں کی خیر خواہی تقاضا کرتی ہے کہ ترجمۂ قرآن سلیس اور اب محاورہ فارسی میں بغیر اظہار فضیلت اور عبارت آرائی کے اور متعلق قصوں اور توجیہات کا ذکر کیا جائے۔ تاکہ عوام اور خواص یکساں طور پر سمجھ سکیں اور چھوٹے بڑے بھی معانی قرآن کا ادراک کرسکیں۔ اس لیے اس اہم کام کا داعیہ فقیر کے دل میں ڈالا گیا اور اس کے لیے مجبور کیا گیا۔" پہلے ترجموں پر غور کیا گیا تاکہ جس ترجمے کو معیار کے مطابق پایا جائے، اس کی ترویج کی جائے اور یہ ترجمہ حتی الامکان اہل زمانہ کے ذوق کے مناسب ہو، لیکن ان ترجموں میں یا تو بے کیف طوالت ہے یا خلل انداز اختصار و اجمال ہے، اس عرصے میں زہراوین (سورۂ بقرہ و نساء) کا ترجمہ ہو گیا۔ اس کے بعد سفر حرمین کا اتفاق ہو گیا اور وہ سلسلہ ختم ہو گیا، کئی سال بعد ایک عزیز ترجمہ قرآن پڑھنے لگے اور یہ کام اس گزشتہ عزم کا متحرک بن گیا، اور یہ فیصلہ ہوا کہ سبق کے بقدر ترجمہ لکھ لیا جائے، جب ثلث قرآن مجید تک ترجمہ ہو گیا تو ان عزیز کو سفر پیش آگیا اور ترجمہ پھر موقوف ہو گیا۔ ایک مدت کے بعد پھر ایک تقریب پیدا ہوئی اور وہ پرانا خیال تازہ ہوا اور دو ثلث تک ترجمہ ہو گیا۔ بعض دوستوں کو مسودہ صاف کرنے کے لیے کہا گیا اور یہ کہ اس کے ساتھ متن قرآن بھی لکھ دیں تاکہ مستقل نسخہ تیار ہو جائے، ان سعادت مند دوستوں نے عید الاضحیٰ ۱۱۵۰ھ سے تبییض شروع کی، اس کے بعد پھر اس عزم کو تحریک ہوئی، اور اخیر تک ترجمہ مکمل ہو گیا اور اوائل شعبان میں تسوید ختم ہوئی اور ۱۱۵۱ھ میں مسودہ صاف ہو گیا اور ۱۱۵۶ھ میں برادر دینی عزیز القدر خواجہ محمد امین اکرمہ اللہ تعالی بشہودہ کے اہتمام سے اس کتاب کی ترویج ہوئی اور اس کا درس شروع ہوا اور اس کے متعدد نسخے تیار ہو گئے اور معاصرین اس طرف متوجہ ہوئے"۔[14]

شاہ ولی اللہ کا قرآن کے ترجمہ کرنے میں اصول

شاہ صاحبؒ نے ترجمے اور تفسیر فتح الرحمٰن کے علاوہ اصول ترجمہ پر ایک مقدمہ بھی لکھا ہے جو مختصر ہونے کے باوجود بڑا بصیرت افروز اور عالمانہ ہے، ابتدا میں لکھتے ہیں: ویقول الفقیر الی رحمۃاللہ اکریم ولی اللہ بن عبد الرحیم ایں رسالۃ است در قواعد ترجمہ مسماۃ با لمقدمہ فی قوانین ترجمہ کہ دروقت تسوید ترجمہ قرآن قلم بہ ضبط آں جاری شد۔[15] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ترجمہ اور قرآن مجید کی تبلیغ عام کے راستہ میں جو چٹان حائل ہو گئی تھی، شاہ صاحبؒ جیسی عظیم المرتبت ہستی کے (جس کے علمی تجرّ، جامعیت، باطنی مرتبے اور اخلاص پر تقریباً اس عہد کے صحیح الخیال اور صاحب علم طبقہ کا اتفاق تھا) اقدام سے یہ چٹان ہٹ گئی اور راستہ صاف ہو گیا، اسلام کی تاریخ میں مسلسل ایسا ہوتا رہا ہے کہ کسی مسلم الثبوت اور بلند شخصیت کے کسی کام کے آغاز کر دینے سے غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کا بادل چھٹ گیا ہے اور شاہ راہ عام کھل گئی ہے امام ابوالحسن اشعری کا متکلمانہ مباحث میں حصہ لینا اور عقلی استدلال سے کام لینا، حجۃ الاسلام امام غزالی کا فلسفے کا مطالعہ اور اس کی تنقیح و تردید اور ایسے بہت سے اقدامات جو اپنے عہد کی ضرورت کے مطابق اسلام کی حفاظت یا مدافعت میں کیے گئے، اس کی روشن مثالیں ہیں۔

شاہ صاحبؒ کے فارسی ترجمے کے بعد اردو تراجم کا آغاز

شاہ صاحبؒ کے فارسی ترجمے کے بعد بہت جلد اردو میں ترجمۂ قرآن کی ضرورت محسوس ہوئی کہ بارھویں صدی کے آخری حصّے میں اردو نے فارسی کی جگہ لینی شروع کر دی تھی اور اردو میں تحریر و تصنیف کا کام شروع ہو چکا تھا۔ اس ضرورت اور انقلاب حال کو سب سے پہلے خود شاہ صاحبؒ کے فرزند ارجمند حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ دہلوی (م1230ھ) نے محسوس کیا

[14] ولی اللہ، شاہ، فتح الرحمن، (دہلی: مطبع فاروقی، 1294ھ)، دیباچہ

[15] ایضاً، اصول ترجمہ، مخطوطہ (محفوظ کتب خانہ ندوۃ العلماء مشتمل بشش صفحات، سن ندارد)

کہ ۵-۱۲۰۴ھ میں گویا شاہ صاحبؒ کے ترجمے کے پچاس برس بعد انھوں نے با محاورہ اردو میں اس کا ایسا ترجمہ کیا جس کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید کا کسی غیر عربی زبان میں ایسا کامیاب اور شگفتہ ترجمہ، جس میں زیادہ سے زیادہ قرآنی الفاظ کی روح آئی ہو، ابھی تک علم میں نہیں۔ شاہ عبد القادر صاحبؒ اپنے ترجمے کی تمہید میں لکھتے ہیں: " بندہ عاجز عبد القادر کے خیال میں آیا کہ جس طرح ہمارے بابا صاحبؒ بڑے حضرت شاہ ولی اللہ، عبد الرحیم کے بیٹے، سب حدیثیں جاننے والے، ہندوستان کے رہنے والے نے فارسی زبان میں قرآن کے معنی آسان کرکے لکھے، اسی طرح اس عاجز نے ہندی زبان میں قرآن شریف کے معنی لکھے"۔[16] شاہ عبد القادر صاحبؒ کے بعد انھیں کے برادر بزرگ شاہ رفیع الدین (م ۱۲۳۳ھ) نے قرآن مجید کا تحت اللفظ ترجمہ کیا جو اپنی احتیاطوں اور مصنف کے علمی تبحر واخلاص کی وجہ سے بہت مقبول ہوا اور بعض حلقوں میں شاہ عبد القادر صاحبؒ کا بامحاورہ ترجمہ اور بعض حلقوں میں شاہ رفیع الدین صاحبؒ کا تحت اللفظ ترجمہ رائج اور قابل ترجیح قرار پایا۔ یہ دونوں ترجمے مسلمانوں کے گھروں میں ایسے عام ہوئے اور قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ اس کے پڑھنے کا ایسا رواج ہوا جس کی مثال کسی دوسری دینی کتاب کے بارے میں نہیں مل سکتی، جہاں تک اصلاح عقائد اور عقیدہ توحید کی اشاعت کا تعلق ہے، ان دونوں ترجموں سے فائدہ اٹھانے والوں کی کوئی تعداد نہیں بیان کی جاسکتی کہ وہ لاکھوں سے متجاوز ہوگی۔ حقیقت میں کوئی اسلامی حکومت بھی اپنے وسائل کے ساتھ دعوت و اصلاح کا اتنا بڑا کام انجام نہیں دے سکتی تھی جو ان تین ترجموں نے انجام دیا۔ جو ایک ہی شجرہ طوبیٰ کی شاخیں ہیں، اس کے بعد اردو ترجموں کا آغاز ہوگیا۔

1.3.4 برصغیر کی سب سے پہلی تفسیر

برصغیر میں سب سے پہلی تفسیر کونسی ہے؟ اس بارے مورخین میں اختلاف ہے۔ ڈاکٹر محمد حبیب اللہ قاضی مصنف، برصغیر میں قرآن فہمی کا تنقیدی جائزہ، جو کہ مصنف کہ ڈاکٹریٹ کا مقالہ ہے۔ اس میں مصنف کی تحقیق کے مطابق سب سے پہلی کاوش فہم قرآن کی عراقی کی ہے، جس نے قرآن کا ترجمہ کیا سندھی زبان میں ہندوستان میں سب سے پہلا ترجمہ یہ ہے۔[17] ڈاکٹر عبید الرحمان محسن کی تحقیق کے مطابق سب سے پہلی تفسیر جواہر القرآن ہے، جس کے مصنف ابو بکر اسحاق بن تاج الدین متوفی 736ھ کی تفسیر ہے۔ ان کی کنیت ابوالحسن ہے اور ابن تاج کے نام سے مشہور تھے۔ انہوں نے جواہر القرآن کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔ اس کے بعد اپنی تفسیر کا خلاصہ بھی خود ہی کیا، جس کا نام خلاصہ جواہر القرآن فی بیان معانی القرآن ہے۔ اصل کتاب کا تو پتہ نہیں البتہ خلاصہ کا ایک نسخہ برلن جرمنی میں ایک لائبریری میں موجود ہے۔[18]

گھر گھر درس قرآن

قرآن مجید کے ان اردو تراجم کے علاوہ جو اسی خاندان والاشان کے دو برگزیدہ افراد حضرت شاہ عبد القادر دہلوی اور حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی نے کیے، ہندوستان میں جہاں جہاں اردو بولی جاتی تھی، گھر گھر پڑھے جانے لگے، قرآن مجید کے ذریعے تطہیر عقائد اور اصلاح اعمال واخلاق کی سب سے طویل، سنجیدہ وعمیق اور موثر وقیع کوشش خاندان ولی اللہ کے سب سے بڑے فرد اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے کاموں کی تکمیل و توسیع کی سعادت حاصل کرنے والے بزرگ حضرت شاہ عبد العزیز کے ذریعے انجام پائی، جنھوں نے تقریباً ۶۳ سال تک دہلی جیسے مرکزی شہر اور تیرھویں صدی ہجری جیسے اہم زمانے میں درس

---

[16] عبد القادر، شاہ، موضح القرآن، ج: 1، ص: ۲؛ بحوالہ: گیلانی، تذکرہ شاہ ولی اللہ، ص: ۱۷۴

[17] قاضی، حبیب اللہ برصغیر میں قرآن فہمی اور تفسیر خدمات کا تنقیدی جائزہ (پشاور: شعبہ علوم اسلامیہ، پشاور یونیورسٹی، 2005ء)، ص: 99

[18] محسن، برصغیر میں اصول تفسیر کے مناہج واثرت، ص: 44

قرآن کا سلسلہ جاری رکھا، اس کو خواص و عوام میں جو مقبولیت حاصل ہوئی اور اس سے اصلاح عقائد کا جو عظیم الشان کام انجام پایا، ہمارے علم میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

شاہ صاحبؒ کی کتاب الفوز الکبیر فی اصول التفسیر

شاہ ولی اللہؒ دھلوی کی یہ کتاب "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" فارسی زبان میں لکھی گئی۔ بعد میں اس کے عربی اور ادو ترجمے کیے گئے۔ اس کتاب کا موضوع علوم القرآن ہے۔ دعوت الی القرآن اور خواص و اہل علم کے حلقے میں تدبر قرآن کی صلاحیت پیدا کرنے اور اس کے ذریعے سے امت کی اصلاح کا جذبہ بیدار کرنے کے سلسلہ میں شاہ صاحبؒ کی ایک تجدیدی و انقلابی خدمت اور کارنامہ "الفوز الکبیر" کی تصنیف ہے جو اپنے موضوع پر ہمارے علم میں پورے اسلامی کتب خانے میں منفرد کتاب ہے۔ اصول تفسیر پر کوئی چیز عام طور پر نہیں ملتی، صرف چند اصول و قواعد تفاسیر کے مقدمے میں یا اپنا تصنیف بیان کرنے کے لیے بعض مصنفین چند سطروں میں لکھ دیتے ہیں، شاہ صاحبؒ کی کتاب "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" بھی اگرچہ مختصر ہے لیکن پوری کتاب سراسر نکات و کلیات ہے، اور در حقیقت ایک جلیل القدر عالم کی جس کو فہم قرآن کے مشکلات کا علمی تجربہ ہے، ایک قیمتی تحفہ ہے۔ اس کی قدر وہی لوگ جان سکتے ہیں جن کو ان مشکلات سے واسطہ پڑا ہو بعض بعض اصول جو شاہ صاحبؒ نے اپنے ذوق و وجدان اور فہم قرآن کی بنا پر لکھ دیے ہیں، دوسری کتابوں کے سینکڑوں صفحات کے مطالعے سے حاصل نہیں ہو سکتے، اسی رسالے کے مقدمے میں شاہ صاحبؒ کا یہ فرمانا حرف بحرف صحیح ہے کہ: "فقیر ولی اللہ بن عبد الرحیم (اللہ ان کے ساتھ اپنے لطف عظیم کا معاملہ فرمائے) کہتا ہے جب اللہ نے اس فقیر پر کتاب اللہ کے فہم کا دروازہ کھولا تو اس کی خواہش ہوئی کہ بعض مفید نکات جن میں لوگوں کو تدبر قرآن میں مدد ملے گی ایک مختصر رسالے میں لکھ دیے جائیں عنایت خداوندی سے امید ہے کہ طالب علموں کے لیے ان قواعد کے فہم کے بعد فہم مطالب قرآن کی ایسی کشادہ راہ مل جائے گی کہ اگر مطالعہ تفاسیر اور مفسرین (جن کی تعداد آج کل بہت ہی کم ہے) سے رجوع کرنے میں ایک عمر بھی گزاریں گے تب بھی فہم قرآن سے ایسا ربط پیدا نہ کر سکیں گے"۔[19] قرآن کے مضامین و مقاصد، اس کے طرز اسلوب کی خصوصیت اور انسانی تالیفات خصوصاً متاخرین کی کتب درسیہ سے اس کے اختلاف و امتیاز اور شان نزول سے متعلق چند لفظوں میں جو کچھ لکھا ہے، آج اس میں ممکن ہے کوئی ندرت نہ معلوم ہو لیکن بارھویں صدی میں یہ قطعاً نئے خیالات تھے اور آج بھی کتنے حلقوں میں یہ خیالات نامانوس ہیں۔ شان نزول کی روایتوں کی کثرت اور ان کی اہمیت پر زیادہ زور دینے سے (جو قرون متاخرہ کا شعار بن گیا تھا) قرآن کریم کے مضامین و قصص اور مواعظ و عبر سے ہر زمانے میں جو فائدہ اٹھانا چاہیے اور اپنے اپنے زمانے و حالات پر ان کا جس طرح انطباق ہونا چاہیے، اس میں بڑا فرق ہو گیا تھا، شاہ صاحبؒ کی اس تحقیق و تنقیح سے وہ پردہ ہٹ جاتا ہے اور قرآن مجید کا جمال جہاں آرا سامنے آجاتا ہے، الفوز الکبیر کے باب اوّل میں شاہ صاحب لکھتے ہیں: "عام مفسرین نے ہر ایک آیت کو خواہ مباحثہ کی ہو یا احکام کی ایک قصہ کے ساتھ ربط دیا ہے، اور اس قصہ کو اس آیت کے لیے سبب نزول مانا ہے لیکن حق یہ ہے کہ نزول قرآنی سے مقصود اصلی نفوس بشریہ کی تہذیب اور ان کے باطل عقائد اور فاسد اعمال کی تردید ہے۔ اس لیے آیات مناظرہ کے نزول کے لیے متکلمین میں عقائد باطلہ کا وجود اور آیات احکام کے لیے ان میں اعمال فاسدہ اور مظالم کا شیوع اور آیات تذکیر کے نزول کے لیے ان کا بغیر ذکر آلاء اللہ و ایام اللہ اور موت و واقعات بعد الموت کے بیدار نہ ہونا، اصلی سبب ہوا۔ خاص

[19] ولی اللہ، الفوز الکبیر (اردو) مترجم، ص:3

واقعات کو جن کے بیان کرنے کی عام مفسرین نے زحمت اٹھائی ہے، اسباب نزول میں چنداں دخل نہیں ہے، مگر سوائے چند آیات کے جن میں کسی ایسے واقعے کی جانب اشارہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں یا اس سے پیشتر واقع ہوا ہو"۔[20]

شاہ ولی اللہ کی کتاب فتح الخبیر

شاہ صاحبؒ نے ایک اور رسالہ بھی لکھا ہے جو کہ فتح الخبیر (عربی) کے نام سے قرآن مجید کے مشکل الفاظ کی تشریح پر مشتمل ہے یہ رسالہ الفوز الکبیر کے تتمہ کے طور پر شامل ہے۔ اہل علم کی رائے۔ مولانا سید مناظر احسن گیلانی صاحب لکھتے ہیں کہ: "اور سب سے بڑا کام کم از کم میرے ناچیز خیال میں شاہ صاحب کا یہ ہے کہ سب سے پہلے انھوں نے ہندوستان میں قرآن و حدیث کے ترجمے کی بنیاد بڑی جرات اور ہمت سے کام لے کر بالآخر ڈال دی تھی۔ اگرچہ خود انھوں نے فارسی میں قرآن کا بھی ترجمہ کیا۔ اور حدیث کی قدیم ترین کتاب موطا مالک کا بھی ترجمہ فارسی ہی میں کیا کہ ان کے زمانے تک غالباً اردو عام طور سے لکھنے پڑھنے کی زبان نہیں بنی تھی۔ جو بھی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ وہ فارسی میں لکھتے پڑھتے تھے لیکن جوں ہی کہ اردو نے قدم آگے بڑھایا اور اس راہ میں اس نے بڑی تیزی دکھائی۔ تو محض اس لیے کہ شاہ صاحب کا نمونہ فارسی میں موجود تھا۔ آپ کے صاحبزادوں میں سے حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے بامحاورہ اردو میں اور شاہ رفیع الدین صاحب نے لفظی ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل فرمائی اور ان دونوں حضرات کے بعد پھر اس وقت تک اردو میں قرآن بلکہ حدیث کے بھی جتنے ترجمے ہوئے یا آئندہ ہوں گے کم از کم ہندوستان کی حد تک اس سنت حسنہ کے تسنن کا سہرا حضرت شاہ ولی اللہؒ ہی کے سر بندھا ہے۔۔۔۔ خلاصہ یہ ہے کہ شاہ صاحب کے کارناموں میں ترجمے کی خدمت کو میں سب سے بڑی خدمت قرار دیتا ہوں"۔[21]

خاندانِ شاہ ولی اللہی کی قرآنی خدمات سے متعلق اہل علم کی آرا

مولانا عبد الماجد ماہنامہ الفرقان (بریلی) میں ہندوستان میں قرآن فہمی کا چرچا اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں: "ہندوستان میں قرآن فہمی کا چرچا آج جو کچھ نظر آتا ہے یہ اردو، انگریزی اور دوسری زبانوں میں جو بیسیوں ترجمے شائع ہو چکے ہیں، شائع ہو رہے ہیں یا آئندہ شائع ہوں گے ان سب کے اجر کا جزوِ اعظم یقیناً حضرت شاہ صاحبؒ کے حسنات میں لکھا جائے گا۔ یہ سارے چراغ اسی چراغ سے روشن ہوئے ہیں۔ اگر اس کی ابتدا آپؒ اپنے مبارک ہاتھوں سے نہ کر جاتے تو نہ شاہ رفیع الدینؒ کا اردو ترجمہ وجود میں آتا، نہ شاہ عبد القادرؒ کا، اور متاخرین کا تو ذکر ہی کیا۔ جو شخص امت کی بے شمار نسلوں کے لئے اتنی بڑی رحمت کا دروازہ کھول گیا اس کے اجرِ بے حساب کا حساب اور مزیدِ بے نہایت کا اندازہ ہی کون کر سکتا ہے"۔[22] مولانا عبید اللہ سندھی شاہ صاحبؒ کی قرآنی خدمات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "الغرض شاہ صاحبؒ نے قرآن کے اعجاز کو اس کے بتائے ہوئے نظام حیات میں متعین فرمایا، اس طرح قرآن کی عملی افادیت ان کے نزدیک اس کا معجزہ ہونا ثابت ہو گیا۔ اب قرآن کے اس نظامِ حیات سے ہر شخص خواہ وہ عربی ہو یا عجمی، عامی ہو یا عالم، فلسفی ہو یا سادہ مزاج، مستفید ہو سکتا ہے اور اس کے اعجاز کو سمجھ سکتا ہے۔ لیکن اگر قرآن کا اعجاز محض عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کا پابند ہو جاتا تو اس صورت میں معدودے چند

---

[20] ولی اللہ، الفوز الکبیر (اردو) مترجم، ص:5

[21] گیلانی، تذکرہ شاہ ولی اللہؒ، ص:177-173

[22] دریابادی، عبد الماجد، ماہنامہ الفرقان (بریلی، شاہ ولی اللہ نمبر، 1359ھ)، ص:13

افراد کے سوا دوسرے لوگ اس کی اعجازی خوبیوں سے محروم رہتے "۔[23] قاضی جاوید صاحبؒ افکار شاہ ولی اللہؒ میں شاہ صاحبؒ کے ترجمۂ قرآن کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:"اگرچہ شاہ کا ترجمہ قرآن برصغیر میں پہلا ترجمہ نہ تھا، مگر یہ ترجمہ بعض ایسی خصوصیات کا حامل تھا جو دیگر تراجم میں موجود نہ تھیں، چنانچہ اسے خاصی مقبولیت ہوئی، بعد ازاں شاہ کے دو صاحبؒ زادوں شاہ رفیع الدین اور شاہ عبد القادر نے قرآن حکیم کا پہلی بار اردو میں ترجمہ کیا، جس سے عوام کے ایک بڑے طبقے کو قرآنی تعلیمات تک براہِ راست رسائی حاصل ہوگئی، مذہبی نقطہ نگاہ سے ولی اللہی خاندان کی یہ ایک بڑی خدمت تھی"۔[24] مولانا حافظ محمد رحیم بخش مرحوم دہلوی، شاہ صاحبؒ کے ترجمہ قرآن کی خدمت پر اس طرح رقمطراز ہیں کہ:"اس وقت ہندوستان میں جہاں سے جہاں تک سچے اسلام کی روشنی نظر آتی ہے اور شرک وبدعت سے صاف اور نتھرا ہوا مذہب دکھائی دیتا ہے سب اسی ترجمے کا صدقہ ہے۔[25]

خلاصۂ بحث

شاہ صاحبؒ کی خدمات میں سے خدماتِ قرآنی کے عنوان کے انتخاب کا سبب یہ بنا کہ تجدید دین واصلاح امت کا کام کسی دور اور کسی ملک میں بھی شروع کیا جائے تو قرآن ہی کو اولیت حاصل ہوگی اور اس کے بغیر احیائے دین وملت کی جو کوشش بھی کی جائے گی اس میں شاہ صاحب کاوش کا ذکر کیا جاے گا۔ قرآن نے انبیاء علیہم السلام کے واقعات ومکالمات سے اور مستند تاریخ نے نائبین انبیاء اور علماء ربانیین کے طرز عمل اور ترتیب کار سے اسی حقیقت کو ثابت کیا ہے اور قیامت تک یہ ہر اس اصلاح و تجدید کا دستور العمل رہے گا، جس کا مزاج نبوی ﷺ اور جس کا نظام قرآنی ہوگا۔

---

[23] سندھی، عبید اللہ، شاہ ولی اللہؒ اور ان کی سیاسی تحریک (لاہور: المحمود اکیڈمی، 1941ء)، ص:32

[24] قاضی جاوید، افکار شاہ ولی اللہ، (لاہور: نگارشات، 1977ء)، ص:69

[25] دہلویؒ، محمد رحیم بخش، حیات ولی، (لاہور: مکتبہ طیبہ، 1972ء)، ص:396